لامذہبی دور کا علمی و تاریخی پس منظر

مولانا محمد تقی صاحب امینی صدر مدرس مدرسہ معینیہ درگاہ شریف اجمیر

( )

نظریۂ اشتراکیت | (۵) نظریۂ اشتراکیت۔

یہ نظریہ کارل مارکس" KARL MARX " پیدائش ۱۸۱۸ء وفات ۱۸۸۳ء کی طرف منسوب ہے اوپر بیان کئے ہوئے افکار و تصورات کی عرصہ سے جو عمارت تعمیر ہو رہی تھی اس کو بالآخر انتہا تک پہونچنا ناگزیر تھا ادھر جاگیردارانہ و سرمایہ دارانہ ذہنیت کے رستے ہوئے" ناسور" نے راہ کی تمام مشکلات کو دُور کر دیا تھا اور مروجہ مذہب میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ زندگی میں افادیت و صلاحیت کے "جوہر" نمایاں کر کے کوئی کارنامہ انجام دے سکے،

حالات کا سرسری جائزہ | نظریۂ اشتراکیت کی باقاعدہ ترتیب و تدوین اگرچہ بعد میں ہوئی ہے لیکن حالات کی فطری رفتار خود ایک خاص انداز کے مستقبل کی نشاندہی کر رہی تھی، اور وقتاً فوقتاً ایسی تحریکیں شروع ہو کر بظاہر ناکام ہو رہی تھیں جو ایک طرف معاشرہ و سماج کی اندرونی زندگی کی" ترجمان" تھیں تو دوسری طرف آنے والے انقلاب کے لئے ساماں فراہم کر رہی تھیں۔

اجتماعیات کے ماہرین غالباً اس حقیقت سے انکار نہ کر سکیں گے کہ جب معاشرتی و سماجی زندگی انقلاب کے لئے آمادہ ہوتی ہے تو پہلے چھوٹی چھوٹی تحریکیں" مقدمۃ الجیش" کا کام دیتی اور فضا ہموار کرتی ہیں۔ یہ تحریکیں ظاہر نظر میں اگرچہ ناکام دکھائی دیتی ہیں لیکن ان کی تخم ریزی ہی کی بدولت" انقلاب" آگے چل کر تناور درخت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

چنانچہ "اشتراکیت" سے پہلے انگلستان ۱۸۳۴ء میں سرمایہ داری کے خلاف مزدوروں کی ایک تحریک شروع ہوئی تھی اور چند ہفتوں میں اس کے ممبروں کی تعداد پچاس لاکھ تک پہونچ گئی تھی، تحریک کے اغراض ومقاصد یہ تھے:۔

"ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ صرف مزدوری بڑھانے پر لڑیں بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ سماجی نظام اس طور سے بدلا جائے کہ ہر انسان کو اپنی زندگی کے ہر احسن پہلو کو ترقی دینے کے لئے پوری سہولت اور مواقع فراہم ہوں"[1]

اس میں توڑ پھوڑ اور شکست وریخت کا کوئی اصول نہ تھا بلکہ اخلاق وکردار کے ذریعہ کوشش تھی کہ اشتراکی اصولوں پر نوآبادیاں قائم کرکے سرمایہ داروں کو اشتراکیت کے محاسن سمجھائے جائیں لیکن سرمایہ دارانہ نظام کے تسلط نے ذہنیتوں کو اس قدر مسخ کردیا تھا کہ محض وعظ وپند سے کام چلنے والا نہ تھا بلکہ اس کے لئے مستقل انقلابی جدوجہد درکار تھی، چنانچہ ایک عرصہ تک کوشش کے باوجود ایک بھی کارخانہ دار اس تحریک کا ممبر نہ بن سکا اور چھ ماہ کے اندر ان تمام مزدوروں کو کارخانہ سے نکال دیا جو اس "سبھا" کے ممبر تھے،

چارٹسٹ تحریک تحریک کے لیڈروں کو اس جارحانہ کارروائی سے سخت مایوسی ہوئی اور بالآخر یہ تحریک ختم ہوگئی، پھر اس کے بعد "چارٹسٹ" نام سے دوسری تحریک شروع ہوئی جو اس سے زیادہ ترقی یافتہ تھی جیسا کہ ذیل کے چند اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے۔

"انسانی ترقی کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ دنیا کے امیر طبقہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ غریب کو نہ ابھرنے دیا جائے اور کیوں نہ ہو غریب کی غربت ہی سے تو امیر کی عمارت تیار ہوتی ہے امیر طبقہ اپنے رویّے کو کتنا ہی اخلاقی ثابت کرنا چاہے لیکن یہ حقیقت کبھی نہیں چھپ سکتی کہ امیر طبقہ غریب کو برابر لوٹ کھسوٹ رہا ہے۔

دنیا کے تمام توہمات کی جڑ میں یہی راز ہے کہ توہمات پھیلا کر امیر غریب کو ہمیشہ کے لئے

---
[1] سرمایہ ص۹

غریب رکھنا چاہتا ہے، انسان کی یہ خواہش کہ وہ دوسرے کی محنت سے فائدہ اٹھائے انسانیت کا بنیادی گناہ ہے سب گناہ اسی واحد گناہ سے پیدا ہوتے ہیں یہی وہ گناہ ہے جس نے دنیا میں نفاق اور فساد پھیلا رکھا ہے اور انسانی تاریخ کو ظلم وستم کی ایک داستان بنا رکھا ہے:"

اس تحریک کے لیڈروں کا یہ خیال بھی تھا کہ غریب طبقہ کی تباہی کا ذمہ دار سرمایہ دارانہ طریق پیداوار ہے، چنانچہ

"ہم انفرادی طور پر سرمایہ دار کو موجودہ سماجی تباہی کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتے ہیں ایسا کرنا بے انصافی ہوگی، یہ تباہی غلط سماجی نظام کا نتیجہ ہے، اس نظام کے طریقۂ کار پر کسی واحد سرمایہ دار کو اختیار نہیں ہے، سرمایہ دار بھی اس نظام سے مجبور ہے"

فرانس اور انگلستان کی اٹھارہ سالہ جنگ کی توجیہ لیڈروں کی نظر میں یہ تھی:-

"یہ لڑائی اس لئے ہوئی کہ انگلستان کے سرمایہ داروں کیلئے لڑائی کرنا سود مند تھا کیونکہ ہماری سرمایہ دار جماعت انقلاب کو دبانا چاہتی تھی اور اپنی تجارت کے لئے منڈی پیدا کرنا چاہتی تھی۔"[1]

تحریکوں کی ناکامی کی وجہ مؤرخین کے نزدیک پہلی تحریک کے ناکام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی واضح پروگرام نہ تھا اور دوسری کی وجہ یہ ہوئی کہ پروگرام کے باوجود موجودہ دور کے مطابق سرمایہ کی "سائنٹفک" تحلیل نہ کی جا سکی تھی لیکن مبصرین کے نزدیک ان دونوں کی بظاہر ناکامی کی اصل وجہ یہ ہے کہ معاشرتی اور سماجی زندگی میں ابھی "انگیز و ہموائی" کی وہ طاقت نہ پیدا ہوئی تھی جو نئے انقلاب کو جذب کرنے کے لئے درکار تھی یا وہ "ظرف" نہ تیار ہوا تھا جس میں زندگی کی نئی عمارت سما سکتی۔

غرض ان دونوں کی ناکامی کے بعد "کارل مارکس" نے اشتراکیت کی ترتیب وتدوین کا پروگرام بنایا اور ان تمام محرکات وعوامل سے فائدہ اٹھایا جو اب تک اس راہ میں حائل بنے تھے۔

---

[1] سرمایہ صنا۱۱

نظریہ کو جانچنے کے لئے چند اصول | کسی "نظریہ" کی "اصل" تہ" تک رسائی حاصل کرنے کے لئے تین حیثیتوں سے اس کا مطالعہ ضروری ہے :-

(۱) انسان اور کائنات کو اس میں کس نقطۂ نگاہ سے دیکھا گیا ہے ؟

(۲) اس کا تعلق زندگی کے کسی ایک شعبہ سے ہے یا وہ پوری زندگی پر محیط ہے ؟

(۳) زندگی میں اس کے اثرات کس قسم کے ظاہر ہو رہے ہیں ؟

یہ تین حیثیتیں گویا تین اصول ہیں جو نظریہ کو جانچنے اور معاشرتی فلاح و بہبود میں اس کے مقام کے تعین کے لئے ناگزیر ہیں۔

جب اشتراکیت کو ان اصولوں پر جانچا جاتا ہے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ نظریہ لامذہبی دَور کے گذشتہ تمام نظریات سے ترقی یافتہ ہونے کے ساتھ ان کو عملی شکل میں متشکل کرکے لامذہبیت کو انتہا تک پہونچانے والا ہے جیساکہ کارل مارکس اور دوسرے اشتراکی لیڈروں کی درجِ ذیل تشریحات سے ظاہر ہوتا ہے۔

اشتراکی فلسفہ کی تشریح | کارل مارکس نے اشتراکی فلسفہ کو اس طرح بیان کیا ہے :-

میرے سارے غور و فکر کا مرکزی تصور جس سے میں نے تمام دوسرے نتائج اخذ کئے ہیں یہ ہے کہ ایک جماعت کے افراد اپنی اقتصادی ضروریات کی تکمیل کا سامان پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ایک خاص قسم کے معاشی تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ان تعلقات کے ظہور میں ان کی خواہش یا مرضی کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور ان کا سارا دار و مدار کسبِ معاش کے ان قدرتی مادی ذرائع پر ہوتا ہے جو کسی خاص وقت پر موجود ہوں، ان تعلقات کا مجموعہ جماعت کا "معاشی نظام" کہلاتا ہے اور یہی نظام وہ اصلی بنیاد ہے جس پر سیاست اور قانون کی ساری عمارت کھڑی کی جاتی ہے اور جو خاص قسم کے اجتماعی تصورات کو پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے، گویا مادی ضروریات کو پیدا کرنیکا طریق انسان کی ساری اجتماعی سیاسی اور روحانی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، یہ انسان کے نظریات اور تصورات نہیں جو ان کی مادی زندگی کو معین کرتے ہیں بلکہ یہ ان کی مادی

زندگی ہے جو ان کے تصورات اور نظریات کو معین کرتی ہے کچھ عرصہ کے بعد ضروریات کی بہم رسانی کے قدرتی ذرائع ترقی کر کے ایک ایسے مرحلہ پر پہونچ جاتے ہیں جہاں وہ افراد کے موجودہ معاشی تعلقات کے ساتھ یا ملکیت کے ان تعلقات کے ساتھ جن میں وہ پہلے عمل کرتے رہے ہیں مزاحم ہونے لگتے ہیں۔

اگرچہ یہ تعلقات خود بھی ذرائع پیداوار کی نشو ونما کی ایک خاص شکل کی حیثیت رکھتے ہیں تاہم یہ ان کی نشو ونما کے لئے ایک رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

ایسی حالت میں اجتماعی انقلاب کے ایک دَور کا آغاز ہوتا ہے معاشی بنیادوں کے بدلتے ہی ان کے اوپر کی ساری تعمیر (مذہبی، اخلاقی، روحانی، سیاسی، قانونی اور علمی نظریات وتصورات) بتدریج یا فی الفور بدل جاتی ہے، اس تغیر پر غور کرتے ہوئے ہمیں اس مادی تغیر میں جو ضروریاتِ زندگی کی بہم رسانی کے لئے ضروری اقتصادی حالات کے اندر رونما ہوتا ہے (اور جس کا صحیح اندازہ لگانا ایسا ہی آسان ہے جیسا کہ قوانینِ طبعی کے عمل کا اندازہ لگانا) اور اُس تغیر میں جو قانونی، سیاسی، مذہبی، ہنری یا علمی تصورات، مختصر یہ کہ نظریات میں رونما ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ سے لوگ اس تصادم کا احساس کرتے ہیں اور اُسے اپنی جد وجہد سے انجام تک پہونچاتے ہیں فرق کرنا چاہئے جس طرح ہم ایک فردِ انسانی کی شخصیت کا صحیح اندازہ اس رائے کی بناء پر قائم نہیں کر سکتے جو وہ اپنے بارے میں رکھتا ہے اسی طرح ہم اس قسم کے اجتماعی تغیر کے دَور کی ماہیت کا صحیح اندازہ اس کے تصورات اور نظریات سے نہیں لگا سکتے بلکہ ہمیں چاہئے کہ ہم ان تصورات اور نظریات کا سبب مادی زندگی کے اندرونی تضاد میں یعنی اس تصادم میں تلاش کریں جو سامانِ زندگی پیدا کرنے والی اجتماعی قوتوں اور ان معاشی تعلقات کے درمیان جن کے ذریعہ سے سامانِ زندگی پیدا ہو رہا ہے رونما ہونے کو تیار رہتا ہے"[1]

---

[1] اقتباس از قرآن وعلمِ جدید۔

اینگلز کا اختصار | اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ "مارکس" نے اپنے فلسفہ میں صرف معاشی و اقتصادی گتھیاں سلجھانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ اس نے پوری زندگی کے لئے نیا فلسفہ وضع کیا ہے جس میں انسان کی مادی ضروریات کو مقصدِ حیات قرار دے کر تمام اخلاقی روحانی علمی اقدار کے لئے اس کو "محور" بتایا ہے، مزید وضاحت "اینگلز" پیدائش ۱۸۲۰ء وفات ۱۸۹۵ء کے اس بیان سے ہوتی ہے:-

"مارکس" نے اس سادہ حقیقت کا کھوج لگایا کہ اس سے پہلے کہ انسان سیاست، علم، ہنر مذہب وغیرہ میں دلچسپی لے سکے یہ ضروری ہے کہ اُسے خوراک، پانی، کپڑا اور مکان میسر ہوں، اس کا یہ مطلب ہے کہ زندگی کے اس سامان کی بہم رسانی جو فوری طور پر ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک قوم یا ایک دور کی نشوونما کا موجودہ مرحلہ بھی وہ بنیادیں ہیں جن پر سیاسی رسم ورواج اور قانونی نظریات اور ہنری بلکہ مذہبی تصورات تعمیر کئے جاتے ہیں یعنی اوّل الذکر کو ایک سبب یا اصل کے طور پر پیش کرنا چاہئے حالانکہ آج تک اوّل الذکر کی تشریح کے لئے اکثر موخر الذکر کو ایک سبب کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے"[1]

ایک غلط فہمی کا ازالہ | جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اشتراکیت صرف معاشی حل ہے جس کا انسانی اقدار و دیگر ضروریات سے کوئی تصادم نہیں ہے انھیں "اینگلز" کی یہ عبارت ملاحظہ کرنی چاہئے:-

"کائنات کی وحدت اس کے وجود میں پوشیدہ نہیں ہے بلکہ اس کی مادیت میں ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ فلسفے اور طبعیات کے طول طویل اور آہستہ رو ارتقاء سے ثابت ہو چکی ہے حرکت ہی ہے جس سے مادے کا وجود عبارت ہے کہیں اور کبھی کسی طور پر بھی مادہ بغیر حرکت کے نہیں رہا ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ حرکت بغیر مادے کے وجود رکھتی ہو، اب اگر سوال کیا جائے کہ پھر خیال اور ادراک کی حقیقت کیا ہے اور ان کا وجود کہاں سے آیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ انسانی دماغ کی پیداوار ہیں اور خود انسان عالم فطرت کی پیداوار ہے اور اپنے ماحول میں اور اپنے ماحول کے ساتھ نشوونما پاتا گیا ہے پھر اسی

[1] اقتباس از قرآن وعلم جدید

کے ساتھ یہ بھی صاف ہے کہ انسانی دماغ جو کچھ پیدا کرتا ہے وہ بھی آخر تک تجزیہ کیا جائے تو خود عالم فطرت کی ہی پیداوار ہے اور وہ عالمِ فطرت کے باقی رشتے کے متضاد نہیں بلکہ عین اسی کے مطابق ہوتی ہے .... تمام تر فلسفے کا خاص طور سے ہمارے زمانہ کے فلسفہ کا سب سے بڑا بنیادی سوال یہ ہے کہ فکر اور وجود روح اور عالمِ فطرت کا باہمی تعلق کیا ہے دونوں میں سے کون مقدم ہے روح یا فطرت؟ فلسفیوں نے اس سوال کے جواب دے کر خود کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ فلسفیوں کا وہ گروہ جو اس پر زور دیتا ہے کہ روح کا وجود عالمِ فطرت سے پہلے تھا اور اسی بناء پر وہ اس نتیجے پر پہونچتا ہے کہ کائنات کی تخلیق کسی نہ کسی شکل میں ہوئی۔ اس گروہ کو غیبت پرست کہا جائے گا فلسفیوں کا دوسرا گروہ ہے جو عالمِ فطرت کو بنیادی طور سے اوّل مانتا ہے یہ گروہ مادیت کے ماننے والوں کے مختلف نظریات سے تعلق رکھتا ہے .... مارکس نے قطعی طور پر صرف غیبت پرستی کو ہی رد نہیں کیا ہے جس کا کسی نہ کسی صورت میں مذہب سے سمبندھ رہا ہے بلکہ ان خیالات کو بھی نہیں بخشا ہے جو خاص طور سے عہدِ حاضر میں بُری طرح پھیلے ہوئے ہیں یعنی ھیوم اور کانٹ فلسفیوں کے نظریات کو اور تشکیک تنقید و تنقیح مثبتی وغیرہ کی مختلف صورتوں کو بھی رد کر دیا ہے۔ مارکس نے اس طرح کے فلسفے کو آئیڈیل ازم "IDEALISM" کی "رجعت پرستانہ" رعایت کہا ہے اور اسے یوں تعبیر کیا ہے کہ "شرما حضوری سے مادیت کو قبول کر کے دنیا بھر کے سامنے اس سے انکار کر دیا جائے۔" [1]

اشتراکی فلسفہ کی بنیاد مادیت پر قائم ہے اشتراکیت کی بنیاد فلسفۂ مادیت پر قائم ہے جس کا ذکر قدیم فلسفہ میں موجود ہے اور جدید دور میں فیورباخ "FEUERBACH" (پیدائش ۱۸۰۴ء وفات ۱۸۷۲ء) نے اس کو مزید وضاحت و استقلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔

---

[1] کارل مارکس ص۴۲

یہ فلسفہ مذہبیات و دینیات بلکہ ہر طرح کی مابعد الطبیعیات کے خلاف مستقل جہاد ہے۔

کارل مارکس اسی کا معتقد تھا اور اس کے تسلسل و ہمواری یا جامع و مانع ہونے میں اس کو جو خامیاں نظر آئیں ان کو دور کرکے جدید انداز میں اس نے پیش کیا ہے۔ مثلاً اشتراکی لیڈروں کے الفاظ میں یہ خامیاں کہ

(۱) مادیت کے نظریئے نمایاں طور پر "میکانکی" ہیں جو کیمسٹری اور بایولوجی کی جدید ترین ترقیوں سے واسطہ نہیں رکھتے ہیں۔

(۲) مادیت کے پرانے نظریئے تاریخی اور جدلیاتی عمل سے بالکل بیگانہ تھے اور پختگی، ہمواری اور جامعیت کے ساتھ ارتقاء کے نظریئے سے پوری طرح وابستہ نہیں رہتے تھے۔

(۳) مادیت کے پُرانے نظریئے "انسانی جوہر" کو مطلق شکل میں دیکھتے تھے یہ نہیں کہ اسکو خاص تاریخی تسلسل میں تمام سماجی تعلقات کا ایک مجموعہ سمجھ کر دیکھیں، یہی وجہ تھی کہ مادیت کے تمام پُرانے نظریئے دنیا کی صرف ترجمانی کر دیتے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کو بدل دیا جائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ وہ پُرانے نظریئے انقلابی عملی سرگرمی کی اہمیت کو سمجھتے ہی نہیں ہیں[۱]

اشتراکیت کی توثیق کے لئے نظریۂ ارتقاء سے کام لیا گیا ہے

نظریۂ اشتراکیت کی توثیق کے لئے "ڈارون" کے نظریۂ ارتقاء سے کام لیا گیا ہے اور اس کی مدد سے تاریخ کا مادی نظریہ (کہ انسانی تاریخ کی ہر سوسائٹی میں پیداوار اور پیداوار کی اجناس کا تبادلہ ہر سوشل نظام کی بنیاد رہا ہے) وضع کرکے سماجی ارتقاء کا قانون دریافت کیا گیا ہے جیسا کہ "اینگلز" نے مارکس کی قبر پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:۔

"ڈارون نے قدرت اور مارکس نے سماجی ارتقاء کا قانون دریافت کیا، اس نے موجودہ سرمایہ دارانہ دور اور بورژوائی سماج کے محرکات بتائے اس کے قدر زائد کے نظریہ نے علم المعیشت کی گتھیوں کو سلجھایا۔ مارکس نے ہم کو یہ سمجھایا کہ انسانوں کو سیاست علوم و فنون اور مذہب کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنے سے پیشتر کھانے پینے اوڑھنے پہننے کی

---

[۱] کارل مارکس صفحہ ۴۵

ضرورت ہوتی ہے اور کسی ملک کے دستور، اصول قانون، علوم و فنون اور ایک حد تک ملک کے باشندوں کے مذہب کی شریعت کے بنیادی اصول کسی سماج کے اقتصادی حالات میں پنہاں ہوتے ہیں اور اگر کسی ملک کے آئین و قوانین اور مذہبی تخیلات کی بابت یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ کیوں اور کس طرح پیدا ہوئے؟ تو اس ملک کی اقتصادی تاریخ پر نظر ڈالنی چاہئے کیونکہ کسی زمانہ کے اقتصادی حالات ہی ان خیالات کا سرچشمہ ہوتے ہیں[1]

"ڈارون" کا ارتقائی قانون حیاتیاتی مرحلہ کا ہے اور ظہور انسان پر ختم ہو جاتا ہے لیکن "مارکس" کا ارتقائی قانون انسان سے شروع ہو کر معاشی نظام کو اپنا راستہ بناتا اور عالمگیر اشتراکی انقلاب کی طرف حرکت کرتا ہے، اس طرح کہ مادہ ترقی کر کے جب انسان تک پہونچا تو اس نے پیداوار و طریق پیداوار (مادی ضروریات) کو اپنا نصب العین بنایا اور بتدریج ارتقاء کے نتیجہ میں اس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور بالآخر پوری دنیا میں ایک اشتراکی انقلاب رونما ہو جائے گا۔

نظریۂ جبلت و جنسیت دونوں کا مظاہرہ ہے

اشتراکیت میں اوپر بیان کئے ہوئے نظریۂ جبلت و جنسیت دونوں کا مظاہرہ پایا جاتا ہے کیونکہ اس نظام میں نہ زندگی کے باریک تاروں کو چھیڑنے کی کوئی کوشش ہوئی ہے اور نہ فطرت وغیرہ زندگی کے مؤثرات و محرکات کو تسلیم کیا گیا ہے، بس اصل زندگی انسان کی اقتصادی حالت اور اس کی حیوانی ضروریات ہی کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ "اشتمالی منشور" میں ہے۔

"کیا اس چیز کو ذہن نشین کرنے کے لئے کہ مادی حالات کے بدلنے سے انسانی افکار و نظریات سماجی تعلقات اور معاشرتی حالات بدلتے رہتے ہیں کسی گہرے مطالعہ اور ژرف نگاہی کی ضرورت ہے؟ افکار کی تاریخ سے اس کے سوا کچھ اور نہیں ثابت ہوتا کہ فکر انسانی مادی حالات کے بدلنے سے متغیر ہوتا رہتا ہے[2]

مارکسی عقیدہ کے مطابق انسانی سوسائٹی کے نشو و نما میں ہمیشہ ایک ہی خیال کام کرتا رہا ہے اور وہ یہ کہ اولین ضروریات زندگی کس طرح فراہم کی جائیں اور کسب معاش کے ذرائع کا تحفظ کیونکر ہو سکتا ہے

[1] سرمایہ ص ۳۱ [2] اشتمالی منشور ص ۳۸

اس کی سبیل اس طرح نکالی گئی کہ

"آئین حکومت و قوانین معاشرت کی پابندیاں لازم کی گئیں لیکن انسانی خصلت سے ہے کہ قانونی پابندیاں ناگوار گذرتی ہیں اس لئے فلسفہ کی منطق اور مذہبی احترام کی ضرورت ہوئی، اس طرح آئین حکومت طرز معاشرت فلسفہ اور مذہب وغیرہ ان سب کی "تہ" میں اقتصادی ضروریات کا راز مخفی ہے"[1]

حاصل بحث | مذکورہ اقتباسات سے ظاہر ہے کہ

(۱) اشتراکیت میں انسان اور کائنات کو ایک خاص زاویۂ نگاہ سے دیکھا گیا ہے جس میں خدا روح مذہب اور اخلاق وغیرہ انسانی اقدار کا کوئی مستقل وجود نہیں ہے بلکہ یہ سب معاشی حالات کے تابع انسان کے وضع کردہ ہیں۔

(۲) اشتراکیت صرف معاشی نظام نہیں ہے بلکہ ایک مستقل فلسفہ ہے جو معاشی راہ سے انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہے اور مخصوص طریقہ پر زندگی کی تشکیل کرتا ہے۔

(۳) اس فلسفہ پر ٹھیک ٹھیک عمل درآمد کی صورت میں جس قسم کی سوسائٹی بروئے کار آتی ہے اس سے چھٹی صدی عیسوی کی مزدک ایرانی تحریک کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ جس میں مزدک نامی مجوسی پیشوا نے ہوا۔ پانی کی طرح زر، زمین، اور زن تینوں کو مشترک ملک قرار دیا تھا اور جس کا شعار عام اباحیت اور اقوال و افعال میں آزادی تھی[2]

حقیقی مذہب کے ساتھ سمجھوتہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا | ظاہر ہے کہ ان حالات میں مذہب کے ساتھ کسی قسم کے سمجھوتہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے خود "مارکس" یہی کہا کرتا تھا کہ مذہب انسان کے دل و دماغ پر وہی اثر کرتا ہے جو افیون کرتی ہے[3] اور لینن نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ

"ہم یہ بات یقیناً کہتے ہیں کہ ہم خدا کو نہیں مانتے ہم پوری طرح جانتے ہیں کہ پادریوں، جاگیرداروں اور بورژوا طبقہ نے خدا کا نام اس لئے استعمال کیا ہے کہ وہ اپنے لوٹ کھسوٹ پر مبنی مفاد کی تکمیل کر سکیں"[4]

---

[1] انقلاب روس صفحہ ۹۶ [2] الملل والنحل ج ۱ صفحہ ۶۶ [3] انقلاب روس صفحہ ۲۳ [4] لینن کی مجموعی تحریریں ج

اصل بات یہ ہے کہ اشتراکی لیڈروں کو حقیقی مذہب سے سابقہ ہی نہیں پڑا اُن کے سامنے مروجہ دو قسم کے مذاہب تھے،

(۱) قنوطی مذہب، جو زندگی کی کشمکش سے گریز کی تعلیم دیتا ہے اور مذہبی انسان جمود و خمود کی نذر ہو کر نہایت تنگ دائرہ میں محدود ہو جاتا ہے۔

(۲) سیاسی مذہب، جو سیاست کے لئے بطور آلۂ کار استعمال ہوتا ہے اور اس میں انسان کا مفاد مذہب پر غالب آجاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ان دونوں مذہبوں نے ہمیشہ طبقاتی کشمکش کو فروغ دیا ہے اور سرمایہ دارانہ وجاگیردارانہ ذہنیت کی پشت پناہی کی ہے اس طرح انسانیت کی تذلیل میں جاگیرداروں اور مذہبی نمائندوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹایا ہے۔

لیکن جہاں تک حقیقی مذہب کا تعلق ہے اس کی بنیاد ہی طبقاتی کشمکش کو ختم کر کے مساوات پر قائم ہوتی ہے، اس کی نظر میں عزت و شرافت کا معیار امارت و ثروت نہیں ہے بلکہ اخلاق و کردار کی استواری ہے وہ فرائض کی اہمیت پر زیادہ زور دیتا ہے اور حقوق کو اس سے متعلق کرتا ہے، یعنی جس طرح اس کی عدالت سے ہر شخص کو یہ حق ملتا ہے کہ وہ زندہ رہے اور ضروریاتِ زندگی سے منتفع ہو اس سے زیادہ اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ وہ دوسرے کو زندہ رہنے دے اور ایثار و قربانی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرے اور اس طرح خود کو فنا کر کے دوسرے کے بقا کا سامان فراہم کرے یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کے بروئے کار آنے کے وقت ہمیشہ غربا اور ایثار پیشہ لوگوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا ہے اور سرمایہ دار و مذہبی نمائندوں نے مخالفت کی ہے۔

موجودہ حالات میں مستقبل کی نشان دہی

بہرحال اس وقت لامذہبی دَور اپنے تکمیلی مراحل طے کر رہا ہے اور دنیا افراط و تفریط دونوں راہوں کا تجربہ کر رہی ہے، ایک طرف انسان آتش فشاں پہاڑ پر بیٹھا ہوا اپنی موت کا منتظر ہے۔ اور دوسری طرف حقیقی مذہب محبت و رحمت کی وسیع چادر پھیلائے ہوئے انسان کے تحفظ کی ضمانت پیش کر رہا ہے۔

مادی دَور کے مفکّرین موجودہ صورتِ حال سے یقیناً خائف اور انجام سے نہایت مایوس ہیں لیکن جن لوگوں نے " مارکس " کے نظریۂ جدلیت " کا وسیع النظری سے مطالعہ کیا ہے انہیں مایوس نہ ہونا چاہئے جیساکہ درجِ ذیل تشریح سے واضح ہوتا ہے۔

" مارکس اور اینگلز کے نزدیک ارتقاء یا نشوونما دیہ ہے کہ جن منزلوں سے گذرا جا چکا ہے انہیں سے پھر گذرنا ہوتا ہے لیکن یہ دھراؤ پہلے ہی کی طرح نہیں ہوتا اس سے بدلا ہوا ہوتا ہے، پہلے کے مقابلہ میں بلند تر سطح پر ہوتا ہے (اسی کو نفی کی نفی کہا گیا ہے) ارتقاء یُوں کہنا چاہئے کہ چکّروں میں ہوتا ہے مگر چکّر اسی ایک ڈگر اسی پہلے کی لائن پر نہیں کاٹے جاتے، ارتقاء میں چھلانگ بھی ہوتی ہے خلفشار اور انقلاب بھی۔ [1]

اس سے ظاہر ہے کہ یہ لا مذہبی دَور جب اپنے تکمیلی مراحل طے کرلے گا تو دنیا پھر مذہب کی طرف آئے گی اور یہ مذہب یقیناً پہلے کی طرح نہ نظر آئے گا بلکہ اس کے مقابلہ میں بلند تر سطح پر ہوگا اس کے بنیادی خدوخال کیا ہوں گے ؟ نشوونما کس انداز کا ہوگا ؟ افادیت وصلاحیت ناپنے کا پیمانہ کیسا ہوگا ؟ ان تمام مباحث کے لئے راقم کی کتاب مذہب کی " نشاۃ ثانیہ " کا انتظار کرنا چاہیئے۔ !!!

---

[1] مارکس کا خط اینگلز کے نام مورخہ ۸ رجنوری ۱۸۶۸ء از کارل مارکس صفحہ ۴۹

مکتوباتِ شیخ الاسلام

(حصّہ اوّل) یعنی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الحاج الحافظ السیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے اُن خطوط کا مجموعہ جو حضرت موصوفؒ نے اپنے دوستوں، عزیزوں اور ارادت مندوں کو تحریر فرمائے، جن میں مذہبی، علمی، فقہی، مُلکی، سیاسی خیالات و افکار و مسائل کا بڑا عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے، قیمت جلد اوّل ۶/- جلد دوم ۵/۵۰ جلد سوم ۴/۵۰ -

ملنے کا پتہ

مکتبۂ بُرہان، اُردو بازار جامع مسجد دہلی